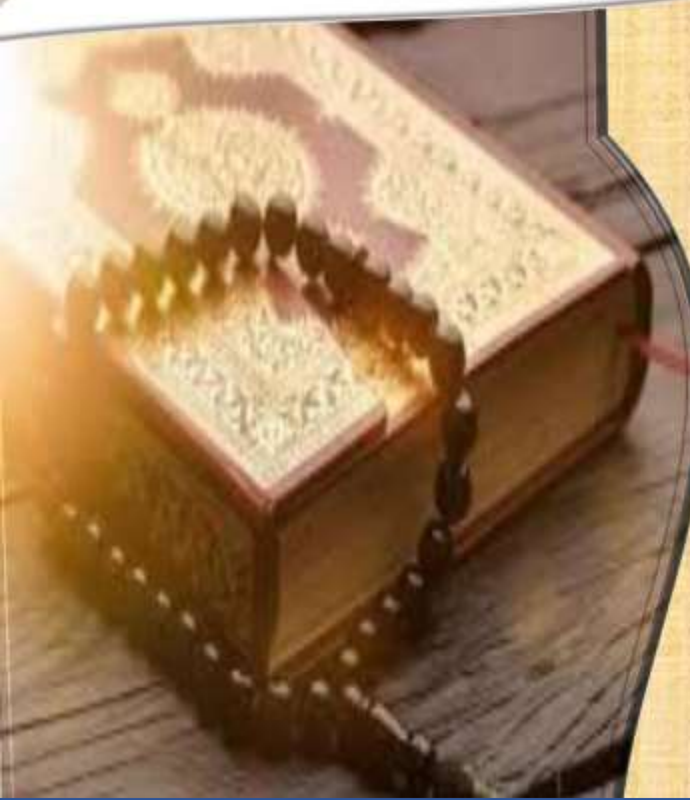
نبوی طریقہ کے مطابق

قرآن مجید کیسے پڑھیں؟



مرتب

مؤید عبد الفتاح حمدان

مترجم

مبصر الرحمن قاسمی

دارِ حفیظہ، عارف کالونی، اورنگ آباد- مہاراشٹرا- الہند

+91 9423456752

+91 9890808625

برائے رابطہ:

+91 9423456752

(کویت)966 55419957

سن اشاعت

1436 مطابق 2015

طریقہ نبوی کے مطابق

قرآن مجید کیسے پڑھیں؟

تالیف

موید عبد الفتاح حمدان

ترجمانی

مبصر الرحمن قاسمی



اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

فہرست

مقدمہ

الحمد لله حمدا طيبا مباركا فيه وبعد ، ،

قارئین کرام! یہ کتاب بے پناہ اہمیت وافادیت کی حامل ہے، جو کتاب اللہ کے پڑھنے والوں کو نبی کریم ﷺ کے طریقہ تلاوت کی رہنمائی کرتی ہے، یقینا تلاوت قرآن ایک عظیم عبادت ہے، جس کے ذریعے بندہ اپنے مالک ومولی کا قُرب حاصل کرتا ہے، ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہر عبادت میں دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے یعنی اخلاص اور اتباع نبوی ﷺ ، ارشاد باری تعالی ہے: الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔)

امام نسفی: أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا کی تفسیر میں أَحْسَنُ کے معنی اخلص واصوب بیان کرتے ہیں، جس کا مطلب ہے ہر عمل خالص اللہ کی رضا اور سنت کے مطابق ہو۔ لہٰذا قاریِ قرآن کے لیے کسی رہبر ورہنماء کی ضرورت ہے، جو کتاب اللہ کے پڑھنے والوں کو نبی ﷺ کی تلاوت کے طریقے اور کیفیت کی رہنمائی کرے۔ تاکہ تلاوت جیسی عبادت صحیح ہو۔ اور اس عبادت کو بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت حاصل ہو۔ خصوصا موجودہ دور میں جس میں قُراء کی بدعات اور خرافات کا غلبہ ہے، یہ کتابچہ انشاءاللہ جہاں شفاء بخش دواء کا کام کرے گا وہیں ہدایت کی روشنی بھی فراہم کرے گا۔ اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ وہ اس کتابچے کو شافی وکافی بنائے اور تمام مسلمانوں کو اس کا فائدہ پہنچائے۔

وصل اللھم وسلم وبارک علی محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

عرضِ مترجم

بسم الله والصلاة والسلام على معلم القرآن صلوة الله وسلامه عليه وبعد:

قارئین! یہ کتابچہ چند صفحات پر مشتمل ہے، لیکن اس کتابچے کا ہر صفحہ اپنے آپ میں غیر معمولی ہے، قرآن کریم کی تلاوت، اس کا تدبر، اسے سیکھنا اور اس پر عمل کرنا بھی جناب نبی کریم ﷺ کے طریقے کے مطابق ہونا چاہیے تاکہ قرآن کریم کا تدبر اور تلاوت قابل قبول ہو سکے۔ارشاد باری تعالی ہے: **ولكم في رسول الله أسوة حسنة** (نبی کریم ﷺ میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے) یعنی آپ کی ہر ادا اور ہر عمل طریقہ نبوی کے مطابق ہو، زیر نظر کتاب دراصل عربی زبان میں ترتیب دی گئی ہے، جسے راقم الحروف نے مرتب کی اجازت کے بعد اردو زبان میں منتقل کرنے کی سعادت حاصل کی، میں اس موقع پر روزنامہ اورنگ آباد ٹائمز اور نگ آباد کے مدیران اور خاص طور پر بھائی سید عبدالرحمن صاحب کا شکر گذار ہوں کہ انھوں نے اس کتابچے کو متعدد قسطوں میں رمضان المبارک کی مناسبت سے روزنامہ اورنگ آباد ٹائمز میں شائع کیا، اسی طرح مولانا صفات عالم تیمی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں، جنھوں نے کویت آئی پی سی سے شائع ہونے والے ماہانہ میگزن مصباح میں اس کتابچے کو قسط وار شائع فرمایا، اسی طرح برادر مکرم مفتی انیس الرحمن صاحب (صدر صفابیت المال، اورنگ آباد) اور برادر محمد مجیب ندوی صاحب (نیوز ایڈیٹر ریڈیو کویت) اور مولانا محمد محسن قاسمی (استاذ دارالعلوم دولت آباد) کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں، جنھوں نے اس کام کی تکمیل میں اپنی نصیحتوں اور مشوروں سے نوازا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی اس عمل کو قبول فرمائے اور ذریعہ آخرت بنائے۔

مبصر الرحمن قاسمی

(کویت)

1- نبی کریم ﷺ جب قرآن پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اللہ تعالی کے حکم فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پر عمل کرتے تھے۔ ترجمہ: ''اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے پناہ مانگ لیا کرو'' (النحل 98)

فائدہ: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جمہور کے نزدیک وسوسوں کو دفع کرنے کے لیے تلاوت سے پہلے تعوذ پڑھنا معروف ہے، اور وہ اس آیت کے معنی اسی طرح لیتے ہیں جس طرح اس آیت کے معنی لیے جاتے ہیں يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ (مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو۔)[1] یعنی جب تم قرآن پڑھنے کا اردہ کرو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔

امام قرطبي رحمہ اللہ کہتے ہیں: جمہور کے قول کے مطابق: فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ میں جو حکم ہے وہ بطور استحباب ہے، یعنی قرآن شروع کرنے سے پہلے اعوذ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھنا مستحب ہے[2]۔

* * *

1 – تفسیر ابن کثیر (۱-۱۱۱) مع اختصار

2 – تفسیر قرطبي (۱-۸٦)

۲- بسا اوقات نبی کریم ﷺ تلاوتِ قرآن کی ابتدا میں أَعُوذُ بِاللهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ نَفْخِهِ وَنَفْثِهِ وهَمْزِهِ بھی کہا کرتے تھے:[1]

شیطان: یہ ہر سرکش و باغی کا نام ہے، لیکن یہاں شیطان سے ابلیس مراد ہے۔

رجیم: دھتکارا ہوا

من همزه: شیطان کے وسوسوں سے، ارشاد باری تعالی ہے: وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ (سورۃ المومنون)

ترجمہ: اور کہو کہ اے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہو

ونفخه: اس کے معنی ہے کبر و غرور، یعنی شیطان کے کبر و غرور سے بھی تیری پناہ

ونفثه: اس کے معنی ہے جادو جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: وَمِن شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ (سورۃ الفلق) اور گنڈوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں کی برائی سے۔

اسی طرح عربی زبان میں لایعنی اور فحش اشعار کے لیے بھی لفظ نفث کا استعمال کیا جاتا ہے۔[2]

* * *

---

1 – رواہ ابوداود (۷۷۵) حدیث ابو سعید خدری، صححہ البانی

2 – صفۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم للالبانی (۱/۲۷۱)

۳-اور بسا اوقات آپ ﷺ قرآن شروع کرنے سے پہلے: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ نَفْخِهِ وَنَفْثِهِ وهَمْزِهِ پڑھتے تھے[1]:

فائدہ: اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پر اکتفاء کا حکم: ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ قراءتِ قرآن سے پہلے ان ہی کلمات کے ذریعے شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرتے تھے۔

شیخ محمد بن محمد المختار الشنقیطی حفظہ اللہ فرماتے ہیں: سورۃ النحل میں یہی صیغے وارد ہیں: ﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ ،اور جمہور قُراء کا اسی پر اتفاق ہے، یہ صیغہ دیگر صیغوں سے افضل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی صیغے کے ذریعے حکم دیا اور قرآن میں بیان فرمایا، لہٰذا طے شدہ صیغہ غیر متعین سے افضل ہے، اس لیے أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشّيْطَانِ الرَّجِيمِ کے صیغے کو قرآن میں اس کی تعیین کی وجہ سے افضل قرار دیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک نبی کریم ﷺ کا "أَعُوذُ بِاللهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ نَفْخِهِ وَنَفْثِهِ وهَمْزِهِ" کلمات سے قرآن شروع کرنا مذکور ہے تو یہ بطور جواز

1 – رواہ احمد فی مسندہ (۵/۲۵۳) قال شعیب الارنووط حسن لغیرہ، وکذا حسنہ الالبانی

ہے، لیکن جو چیز جواز پر دلالت کرے ضروری نہیں ہے کہ وہ حکم کا درجہ رکھتی ہو، لہٰذا قرآن مجید میں مذکورہ تعوُّذ کے کلمات اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ ہیں اس لیے ان ہی کلمات کو پڑھنا افضل ہے[1]۔

* * *

[1] – مذکرۃ الشرح الزاد(1/1)

۴- نبی کریم ﷺ جب کسی سورت کی ابتدا فرماتے تو بسمِ اللہ پڑھتے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ایک دن حضور ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ اتنے میں آپ پر کچھ اونگھ سی طاری ہوئی، پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سرِ مبارک اٹھایا۔ بعض روایات میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا آپ کس بات پر تبسم فرما رہے ہیں؟ اور بعض میں ہے کہ آپ نے خود لوگوں سے فرمایا اِس وقت میرے اوپر ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر آپ نے سورۂ کوثر پڑھی[1]۔

* * *

1- رواہ مسلم (۴۰۰)

۵- نبی ﷺ جب قرآن پڑھنا شروع فرماتے تو ترتیل سے یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے:

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو بجالاتے تھے:

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا

ترجمہ: اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو ۔(سورۃالمزمل)

وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنزِيلًا (سورۃالِاسراء)

ترجمہ: اور ہم نے قرآن کو جزء جزء کر کے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کر سناؤاور ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اُتارا ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ (سورۃالقیامہ)

ترجمہ: اور (اے محمد ﷺ) آپ جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان نہ ہلایا کریں۔

الغرض آپ ﷺ قرآن کو آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے، تاکہ امت پر ظاہر ہو جائے کہ وہ قرآن کس طرح پڑھے اور سمجھے۔

* * *

٦- نبی ﷺ کی قراءت واضح ہوتی تھی، آپ تلاوت فرماتے تو ہر حرف کو جدا جدا ادا فرماتے[1]، پڑھنے میں عجلت نہیں فرماتے اور آپ ﷺ ہر آیت پر وقف فرماتے تھے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قرآن پڑھتے ہوئے ہر آیت پر وقف کرتے تھے یعنی اس طرح پڑھتے (الحمد للہ رب العالمین) پھر ٹھہرتے، پھر پڑھتے (الرحمن الرحیم) پھر رکتے اور پھر پڑھتے (ملک یوم الدین)[2] (اور پھر ٹھہرتے)[3]۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگرچہ آیت کا تعلق مابعد سے کیوں نہ ہو پھر بھی آیتوں کے آخر میں وقف کرنا افضل ہے، اور بعض قراء کا یہ خیال ہے کہ آیتوں کے آخر میں

---

1 –اسنادہ صحیح قال الالبانی صفۃ صلاۃ ص: 124

2 –مبارکپوری کہتے ہیں: بعض نسخوں میں "مالک" کو کتف کے وزن پر ملک پڑھا گیا ہے، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: بعض قراء "ملک یوم الدین" پڑھتے ہیں جبکہ بعض "مالک" پڑھتے ہیں، یہ دونوں بھی صحیح اور قراءت سبع میں تواتر سے مستعمل ہے۔ تحفۃ الاحوذی مع اختصار (8/198)

3 –رواہ الترمذی (2927) وصححہ الالبانی

وقوف کے موقع پر اغراض ومقاصد آیات کا لحاظ رکھنا چاہیے ، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کی اتباع اور آپ کی سنت پر عمل کرنا ہی اولی وافضل ہے[1]۔

* * *

1 - زادالمعاد(327/1)

۷-آپ ﷺ آواز کو کھینچ کر تلاوت کیا کرتے تھے:

حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: نبی کریم ﷺ کس طریقے سے تلاوتِ قرآن فرمایا کرتے تھے؟ توانھوں نے جواب میں فرمایا: آپ ﷺ آواز کو کھینچ کر تلاوت فرمایا کرتے تھے[1]۔

اور ایک روایت میں ہے حضرت قتادہ بیان فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: کہ نبی کریم ﷺ کی تلاوت کا طریقہ کیا تھا؟ تو انھوں نے فرمایا: آپ کی تلاوت کھینچ کر ہوتی تھی، پھر انھوں نے (بسم اللہ الرحمن الرحیم) پڑھا، اور بسم اللہ میں مد کو کھینچا، الرحمن کے مد کو کھینچا اسی طرح الرحیم کے مد کو کھینچ کر پڑھا[2]۔

علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے مراد حروف مد اور حروف لین کو معروف مقدار اور معلوم شرطوں کے ساتھ کھینچ کر پڑھنا ہے، اور مد سے مراد یہاں مد اصلی ہے جسے مد ذاتی یا مد طبعی بھی کہا جاتا ہے[3]۔

* * *

---

1 – رواہ النسائی (۱۰۱۴) وصححہ الالبانی۔

2 – رواہ البخاری

3 – مرقاۃ المفاتیح (۴/۸۰)

۸- نبی ﷺ کی ٹھہر ٹھہر کر پڑھی جانے والی چھوٹی سورت بھی غیر ترتیل سے پڑھی جانے والی طویل سورت سے طویل ہوتی تھی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ کوئی سورہ پڑھتے تھے تو آپ اسے اس قدر ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے کہ وہ سورت اس کے مقابلے (قرآن کی دیگر) طویل سورتوں سے طویل ہو جاتی تھی[1]۔

مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اس سورت کو پڑھنے کی مدت اتنی لمبی ہو جاتی تھی کہ اگر اس سے طویل سورت کو غیر ترتیل سے پڑھا جائے تو اس کا پڑھنا ختم ہو جائے[2]۔

فائدہ: علماء کا اس میں اختلاف یہ ہے کہ قلت قراءت مع ترتیل افضل ہے یا رفتار کے ساتھ اور بغیر ترتیل کے کثرت قراءت؟

اس سلسلے میں ابن قیم رحمہ اللہ نے ان دونوں اقوال کے درمیان کی راہ اختیار کی ہے اور ابن حجر نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے؛ ان دونوں کے بقول، حافظ ابن حجر

---

1 – رواہ مسلم (۷۳۳)، وھذا بعض الحدیث

2 – تحفۃ الاحوذی (۳/۱۱)

کے الفاظ کے مطابق: ترتیل سے اور رفتار سے دونوں طرح سے پڑھنے میں افضل یہ ہے کہ پڑھنے والا قرآن مجید کے حروف، حرکات وسکنات اور واجبات کو نظر انداز نہ کرے، اس طرح دونوں طرح سے پڑھنا افضیلت میں یکساں ہو سکتا ہے، اگر کوئی شخص ترتیل سے یعنی ٹھہر ٹھہر کر اور غور وتدبر کے ساتھ پڑھتا ہے تو اس کی مثال ایک عدد قیمتی موتی صدقہ کرنے والے کی طرح ہے اور جو رفتار سے تلاوت کرے اس کی مثال ایک عدد قیمتی موتی کی قیمت کے کئی موتی صدقہ کرنے والے کی طرح ہے، کبھی صرف ایک عدد موتی کی قیمت کئی موتیوں کی قیمت سے زیادہ ہو سکتی ہے اور کبھی اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے[1]۔

* * *

1 – فتح الباری (۹/۸۹)

۹- کبھی آپ ﷺ اپنی قراءت میں ترجیع فرماتے تھے:

ترجیع یعنی حلق میں آواز کو ترتیل کے مقابلے کسی قدر زیادہ کھینچنا اور مد کے مقام پر آواز کو خوبصورت بنانا، ترجیع مد کے مقام پر کی جاتی ہے[1]۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ترجیع کا ثبوت ملتا ہے، وہ بیان فرماتے ہیں: میں نے فتحِ مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور سورہ فتح یا سورہ فتح کا کوئی حصہ پڑھ رہے تھے، (راوی) کہتے ہیں: لہٰذا آپ نے اس میں ترجیع فرمائی، (حدیث کے ایک راوی) کہتے ہیں[2]: پھر معاویہ رضی اللہ عنہ (جنھوں نے ابن مغفل سے روایت کی) نے ابن مغفل کی قراءت پڑھ کر بتائی، اور کہا: اگر لوگ جمع نہ ہوتے تو میں تمھیں ابن مغفل کی اسی طرح ترجیع بیان کرتا جیسا انھوں نے نبی کریم ﷺ کی طرح ترجیع کی تھی، (حدیث کے راوی شعبہ) کہتے ہیں: میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: نبی

---

1 – فتح الباری (۹/۹۲)

2 – اس راوی کا نام شعبہ ہے

کریم ﷺ کے ترجیع کی کیفیت کیا تھی؟ کہا: "آآآ" اس طرح تین دفعہ کیا[1]۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم ﷺ کی (آواز میں) ترجیع اونٹنی کو چلانے کے لیے اضطراری امر نہ تھی بلکہ قصدا تھی، کیونکہ اگر یہ اونٹنی کو ہنکانے کے لیے ہوتی تو قصد کے ضمن میں داخل نہ ہوتی اور نہ حضرت عبداللہ بن مغفل اس کی کیفیت بیان کرتے، بلکہ آپ اسے از خود فرماتے تھے تاکہ سکون حاصل کریں، اور آپ دیکھتے تھے کہ اس طرح اونٹنی تیز چل پڑتی ہے، حتی کہ آپ کی آواز منقطع ہو جاتی تھی، (عبداللہ بن مغفل) بیان کرتے ہیں: کہ آپ ﷺ قراءت میں ترجیع کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کی آواز منقطع ہو جاتی، لہٰذا ترجیع آپ کے فعل کی طرف منسوب کی گئی ہے، اگر

[1] ۔رواہ البخاری (۷۵۴۰)

اونٹنی ہنکانے کے لیے ترجیع کا عمل ہوتا تو اس عمل کو ترجیع نہیں کہا جاتا[1]۔

قراءت میں ترجیع کا ثبوت ایک اور مقام پر ملتا ہے، ابن ابی داود نے اُم ہانی سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتی ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی آواز سن رہی تھی اور آپ پڑھ رہے تھے جبکہ میں اپنے بستر میں سو رہی تھی، اور آپ قرآن کو ترجیع کے ساتھ پڑھ رہے تھے[2]۔

***

1 – زاد المعاد (۱/۴۶۳)

2 – قال الالبانی حسن

۱۰-آپ ﷺ دوران تلاوت ہر ہر آیت پر غور فرماتے تھے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ انھوں نے جناب نبی کریم ﷺ کی سب سے عجیب چیز کیا دیکھیں؛ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک رات نبی ﷺ نے فرمایا: عائشہ! مجھے چھوڑدو کہ میں رات میں میرے رب کی عبادت کروں، انھوں نے کہا: بخدا! مجھے آپ کی قربت محبوب ہے، اور مجھے ہر وہ چیز پسند ہے جس سے آپ خوش ہوتے ہیں، فرماتی ہیں: پس آپ ﷺ اٹھے، وضو فرمایا اور پھر نماز کے لیے کھڑے ہوگئے، فرماتی ہیں: دورانِ نماز آپ برابر روتے رہے حتی کہ آپ کا گود تر ہوگیا، فرماتی ہیں: پھر آپ ﷺ روتے رہے حتی کہ آپ کی داڑھی مبارک بھی تر ہوگئی، فرماتی ہیں: پھر آپ روتے رہے حتی کہ زمین تر ہوگئی، پھر حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ نماز کے لیے اذان دینے آئے، جب انھوں نے آپ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کیوں روتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا اگلا پچھلا سب معاف کردیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں، آج رات مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے، بربادی ہو اس کی جس نے یہ آیت پڑھا اور اس پر

غور نہ کیا، وہ آیت یہ ہے: إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (آل عمران:190)۔ ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کے آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں[1]۔

* * *

1 – رواہ ابن حبان فی صحیحہ (٦٢٠) قال شعیب الارنوط: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم

۱۱- آپ ﷺ بسااوقات نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھا کرتے تھے؛ جب کسی رحمت والی آیت سے گذرتے تو ٹھہر جاتے اور اللہ سے اس کا فضل مانگتے، جب کسی ایسی آیت سے گذرتے جس میں عذاب کا ذکر ہے ٹھہر جاتے اور اللہ کی پناہ طلب کرتے اور جب کسی ایسی آیت سے گذرتے جس میں اللہ کی پاکی بیان کی جارہی ہے تو آپ اس پر اللہ کی پاکی بیان کرتے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے سورہ بقرہ شروع فرمائی، میں نے دل میں کہا: سو آیات پر ایک رکعت فرمائیں گے، لیکن آپ نے جاری رکھا، پھر میں نے خیال کیا کہ آپ ایک رکعت میں پوری سورت پڑھیں گے لیکن آپ نے جاری رکھا، پھر میں نے سوچا کہ آپ سورہ مکمل کرکے رکوع فرمائیں گے لیکن آپ نے اس کے بعد سورہ نساء شروع کی، اور پھر سورہ آل عمران شروع کردی اور اسے بھی مکمل کیا، آپ ٹھہر ٹھہر کر پڑھ رہے تھے، آپ ﷺ جب کسی ایسی آیت سے گذرتے جس میں تسبیح ہو تو اللہ کی پاکی بیان فرماتے، اور جب کسی سوال والی آیت

سے گذرتے تو اللہ سے سوال کرتے اور جب پناہ والی آیت سے گذرتے تو اللہ کی پناہ طلب کرتے[1]۔

اور ایک روایت میں ہے: آپ ﷺ کسی رحمت والی آیت سے گذرتے تو سوال کرتے، اور جب کسی عذاب والی آیت سے گذرتے تو اللہ کی پناہ طلب کرتے اور جب کسی ایسی آیت سے گذرتے جس میں اللہ کی پاکی اور کبریائی کا ذکر ہو تو آپ سبحان اللہ کہہ کر اللہ کی پاکی بیان کرتے[2]۔

حضرت مسلم بن مخراق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ کو ان چند لوگوں کے بارے میں بتایا گیا جو ایک رات میں ایک یا دو مرتبہ قرآن ختم کرتے ہیں، تو آپ رضی اللہ عنہا نے کہا: ان لوگوں نے پڑھکر بھی نہیں پڑھا، میں نے جنابِ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات رات بھر نماز پڑھی، آپ سورہ بقرہ، آل عمران اور سورہ نساء پڑھتے تھے، پس آپ کسی ایسی آیت سے گذرتے جس میں ڈرایا گیا ہے تو اللہ سے دعا کرتے تھے اور پناہ طلب

---

1 ۔ مسلم (772)

2 ۔ ابن ماجہ (1351) وصححہ الالبانی

کرتے اور جب کسی ایسی آیت سے گذرتے جس میں خوشخبری سنائی گئی ہے تو آپ اللہ سے دعا گو ہوتے تھے اور اس میں اپنی دلچسپی کا اظہار فرماتے تھے[1]۔

اور ایک صحابیِ رسول حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قیامِ لیل پڑھی، آپ نے سورہ بقرہ پڑھی، پس جب آپ ﷺ کسی رحمت والی آیت سے گذرتے تھے تو اللہ سے سوال کرتے تھے اور جب عذاب سے متعلق کسی آیت سے گذرتے تو ٹھہر جاتے تھے اور اللہ کی پناہ چاہتے تھے[2]۔

***

1 [رواہ احمد فی مسندہ:6/92]. قال شعیب الارنوؤط: صحیح لغیرہ۔

2 رواہ ابوداود(873)وصححہ الالبانی

۱۲- کبھی آپ ﷺ پوری رات ایک ہی آیت کی تلاوت فرماتے تھے اور اس پر غور فرماتے تھے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز کے وقت لوگوں کو نماز پڑھائی، نماز کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیچھے ہٹ کر نوافل پڑھنے لگے، نبی کریم ﷺ یہ دیکھ کر اپنے خیمے میں واپس چلے گئے، جب دیکھا کہ لوگ جا چکے ہیں تو آپ نے اپنی جگہ پر واپس آکر نفل نمازیں پڑھنا شروع فرمایا، میں پیچھے سے آیا اور نبی کریم ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا، جناب نبی ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ سے مجھے اشارہ کیا اور میں ان کی دائیں جانب جا کر کھڑا ہو گیا، تھوڑی دیر بعد حضرت عبداللہ بن مسعود بھی آگئے، وہ ہمارے پیچھے کھڑے ہو گئے، نبی ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ سے ان کی طرف اشارہ کیا اور وہ بائیں جانب جا کر کھڑے ہو گئے۔اس طرح ہم تین آدمیوں نے قیام کیا اور ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی نماز پڑھ رہا تھا، اور اس میں جتنا اللہ کو منظور ہوتا، قرآن کریم کی تلاوت کرتا تھا، اور نبی ﷺ اپنے قیام میں ایک ہی آیت کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ نمازِ فجر کا وقت ہو گیا، صبح ہوئی تو میں

نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی طرف اشارہ کیا کہ جناب نبی ﷺ سے رات کے عمل کے متعلق سوال کریں لیکن انھوں نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے جواب دیا کہ میں تو اس وقت تک نبی ﷺ سے کچھ نہیں پوچھوں گا جب تک وہ از خود بیان نہ فرمائیں۔ چنانچہ ہمت کر کے میں نے خود ہی عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ ساری رات قرآن کریم کی ایک ہی آیت پڑھتے رہے حالانکہ آپ کے پاس تو سارا قرآن ہے؟ اگر ہم میں سے کوئی شخص ایسا کرتا تو ہمیں اس پر غصہ آتا، جنابِ نبی ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت کے لیے دعا کر رہا تھا، میں نے پوچھا کہ پھر آپ کو کیا جواب ملا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ایسا جواب کہ اگر لوگوں کو پتہ چل جائے تو وہ نماز پڑھنا بھی چھوڑ دیں، میں نے عرض کیا کہ کیا میں لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سنادوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں، چنانچہ میں گردن موڑ کر جانے لگا، ابھی اتنی دور ہی گیا تھا کہ جہاں تک پتھر پہنچ سکے، کہ حضرت عمر کہنے لگے: اگر آپ نے انہیں یہ پیغام دے کر لوگوں کے پاس بھیج دیا تو وہ عبادت سے بے پرواہ ہو جائیں گے، اس پر جناب نبی کریم ﷺ نے انھیں آواز دے کر واپس بلا لیا، اور وہ واپس آ گئے، اور وہ آیت

یہ تھی:إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿ المائدہ : 118﴾

ترجمہ: اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو (تیری مہربانی ہے) بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔[1]

[1] – كتاب السنن الكبرى 4602 – المستدرك على الصحيحين – سنن ابن ماجه 1350 – سنن النسائي– مسند الإمام أحمد مسند الأنصار 20821

۱۳- تلاوت کے دوران آپ ﷺ کی آنکھیں نم رہتی اور آپ کے سینے مبارک سے رونے کی وجہ سے ہانڈی کے پکنے کی طرح آواز سنائی دیتی تھی۔

عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے جنابِ نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ کے سینے سے رونے کی وجہ سے ہانڈی کے پکنے کی طرح آواز آرہی تھی[1]۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ باآواز بلند نہیں روتے تھے بلکہ صرف آپ کے آنسو بہتے تھے، اور سینے مبارک سے ایک قسم کی آواز سنائی دیتی تھی، جب آپ قرآن سنتے تھے تو محبت واشتیاق اور خشیت وخوف کے مارے روپڑتے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب آپ کو سورہ نساء سنانے لگے اور اس آیت پر پہنچے فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء:41) تو آپ روپڑے[2]۔ ترجمہ آیت: بھلا اس دن کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت

---

1 - رواہ ابن حبان (753) وقال شعیب الارنووط اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔

2 - ابوداود: (1194)

میں سے احوال بتانے والے کو بلائیں گے اور تم کو ان لوگوں کا حال (بتانے کو) گواہ طلب کریں گے۔

اسی طرح جب سورج گہن ہوا تو آپ ﷺ نے صلاۃ الکسوف پڑھی اور نماز کے دوران روپڑے، آپ پھونکتے جارہے تھے اور فرمارہے تھے: **ربِّ ألم تعِدْني أن لا تعذِّبَهُم وأنا فيهم ألم تعِدْني أن لا تعذِّبَهُم وهم يستغفِرونَ**[1] .

ترجمہ: ''اے میرے رب تونے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ تو انھیں عذاب نہیں دے گا اس حال میں کہ میں ان کے درمیان موجود رہوں، اور تو انھیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا اس حال میں کہ وہ معافی کے طلب گار رہیں گے''۔
اسی طرح آپ ﷺ بسااوقات تہجد کی نماز میں بھی روتے تھے[2] ۔

* * *

[1] – ابوداود:(1194)

[2] – زادالمعاد(177/1)

۱۴-آپ ﷺ خوبصورت آواز میں تلاوت فرماتے تھے۔

"حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو عشاء (کی نماز) میں سورہ (وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ) پڑھتے ہوئے سنا، اور میں نے کسی کو آپ ﷺ سے اچھی آواز اور قرات والا نہیں سنا۔"

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے مغرب کی نماز میں جنابِ نبی ﷺ کو سورہ والطور پڑھتے ہوئے سنا، جب آپ ان آیتوں پر پہنچے (أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿35﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ - بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿36﴾ أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ﴿37﴾ قریب تھا کہ میرا دل اڑ جاتا۔

ترجمہ: کیا یہ کسی کے پیدا کئے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں۔ یا یہ خود (اپنے تئیں) پیدا کرنے والے ہیں، یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ یقین ہی نہیں رکھتے، کیا ان کے پاس تمہارے پروردگار کے خزانے ہیں۔ یا یہ (کہیں کے) داروغہ ہیں؟

اس طرح کی کیفیت کا پیدا ہونا ضروری تھا کیونکہ صحابی رسول رضی اللہ عنہ ان آیتوں کو ایسی ہستی سے سن رہے تھے جس کی آواز سارے انسانوں میں حسین وجمیل، قراءت قرآن میں جس کا خشوع سب سے بڑھکر، تدبرِ قرآن میں جو سب سے آگے اور عمل کے اعتبار سے جو ذات سب سے اعلیٰ و برتر ہے۔

* * *

۱۵-آپ ﷺ خوش الحانی سے قرآن پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی آواز کے ذریعے قرآن کو حسن بخشو، کیونکہ اچھی آواز قرآن کے حسن کو دوبالا کرتی ہے''،[1] اور ایک روایت میں ہے: ''اپنی آواز کے ذریعے قرآن کو زینت بخشو'' [2]۔

اسی طرح ایک جگہ ارشاد ہے: اچھی آواز قرآن کی زینت ہے[3]۔

حضرت طاوس فرماتے ہیں: لوگوں میں قرآن کو خوبصورت آواز میں پڑھنے والا لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شرعا وہ خوبصورت آواز مطلوب ہے جو تدبرِ قرآن، فہمِ قرآن، خشوع وخضوع اور اطاعت وبندگی پر آمادہ کرے[4]۔

---

1 - رواہ الدارمی (۳۵۰۱)، صححہ البانی فی صحیح الجامع (۳۱۴۵)

2 - رواہ ابوداود (۱۴۶۸)، صححہ البانی

3 - رواہ الطبرانی (۱۰۰۳۲)، حسنہ الالبانی فی السلسلہ الصحیحہ (۱۸۱۵)

4 - فضائل القرآن ص ۱۲۵

ابن قیمؒ فرماتے ہیں: آواز کی خوبصورتی اور خوش الحانی کے دو مطلب ہیں:

۱-نغمہ کار کے طرز پر اس کی نقل کرتے ہوئے اور اس کی محبت اور اسی کے لہجے میں قرآن کو پڑھنا، جیسا کہ گایک گانوں کو گاتے ہیں۔

۲- قرآن کو اپنی آواز سے زینت دینا اور جتنا ہوسکے اپنی اچھی آواز میں پڑھنا، جیسا کہ نغمہ کار اپنے نغموں کو اپنی آواز کے ذریعے خوبصورت بنا کر پیش کرتے ہیں[1]۔

* * *

1 -روضۃ المحبین ص ۲۶۸

۱۶-آپ ﷺ ہمیشہ خوش الحانی سے قرآن پڑھتے تھے۔

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو قرآن مجید کو خوب خوش اِلحانی کے ساتھ نہیں پڑھتا''[1] ۔ ابن ابی ملیکہؒ سے کہا گیا جو اس حدیث کے ایک روای ہیں: ''اے ابو محمد! تمہاری کیا رائے ہے اس شخص کے بارے میں جس کی آواز اچھی نہ ہو؟ انہوں نے جواب دیا: اس کے لئے جہاں تک ممکن ہو خوبصورت آواز میں پڑھنے کی کوشش کرے۔[2] ''۔

فائدہ: آواز اور ادائیگی میں خوبصورتی پیدا کرنے اور خوش الحانی سے پڑھنے کا حکم:

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مذکورہ حدیث کی تشریح میں اکثر فقہاء اور مفسرین بالخصوص امام شافعی، احمد بن حنبل اور دیگر کی رائے ہے کہ اس کا مطلب آواز کو خوبصورت بنانا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص قرآن کریم کو خوبصورت اور اچھی آواز میں پڑھے تو افضل ہے، لیکن قرآن کو نغموں کے انداز میں تکلف کے ساتھ پڑھنا جمہور علماء کے نزدیک ممنوع ہے اور اسے بدعت کہا گیا ہے،

---

1 -رواہ ابوداود (۱۴۷۱)، صححہ البانی، والحدیث اصلہ فی الصحیحین

2 -رواہ ابوداود (۱۴۷۱)، حسنہ البانی

کیونکہ اس میں قرآن کو نغموں سے تشبیہ دی جاتی ہے اور قاری نغموں کے وزن پر الفاظِ قرآن کو پڑھنے کی کوشش کرتا ہے، کلماتِ قرآن کو سمجھنے اور اس پر غور کرنے پر توجہ نہیں دی جاتی ہے جبکہ سامعین ایسے قاری کو صرف اس کی خوش الحانی کی وجہ سے سنتے ہیں نہ کہ قرآن کی سماعت، اس کے فہم وتدبر اور انتفاع کی غرض سے، جیسا کہ عام طور پر نغموں کو سنا جاتا ہے[1]۔

ابوعبید القاسم بن سلام کے بقول خوش الحانی اور خوبصورت آواز سے متعلق مذکورہ احادیث کو خشیت اور شوق کی کیفیت پر محمول کیا جاتا ہے نہ کہ غفلت میں ڈالنے والی آوازوں پر[2]۔

* * *

1 ۔رسالۃ الی السلطان الملک الناصری ص ۵

2 ۔شرح العینی علی سنن ابی داود (۵/۳۸۵)

۱۷- تلاوتِ قرآن کے وقت آپ ﷺ قرآن کو خوش الحانی سے پڑھنے کا حکم دیتے تھے:

"حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ہم مسجد میں قرآن پڑھتے ہوئے بیٹھے تھے، تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، سلام فرمایا، ہم نے سلام کا جواب دیا پھر آپ نے فرمایا: "کتاب اللہ سیکھو، اور اس کی دیکھ بھال کیا کرو" عقبہ کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا: "اور خوش اِلحانی کے ساتھ اس کی تلاوت کیا کرو، پس اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! بیشک یہ قرآن (سینوں سے) اونٹنیوں سے ان کی رسیوں (جس سے وہ باندھی گئی ہوں) سے چھوٹنے سے بھی زیادہ تیزی سے نکل جاتا ہے۔[1]"

تنبیہ: خوش الحانی سے قرآن پڑھنے کے ساتھ علم اور تقوے کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ قراءت قرآن میں خشوع اور تدبر کی کیفیت پیدا ہو، صرف حسنِ صوت اور خوش الحانی قابلِ تحسین نہیں ہے، بلکہ بسا اوقات یہ چیز قابل مذمت وعیب

---

[1] -رواہ احمد فی مسندہ(4/150)، وقال شعیب الارنووط: حدیث صحیح

ہے، کیونکہ بغیر علم وتدبر کے خوش الحانی ریاکاری اور شہرت کے ذریعے ہلاکت میں ڈال سکتی ہے۔

شیخ ابو بکر ابوزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حاصل کلام یہ ہے کہ مجرد اچھی آواز اور نادرست آواز پر اللہ تعالی نے مدح وذم کا کوئی حکم نہیں لگایا ہے، بلکہ اگر کسی کی آواز درست نہیں ہے تو اس کی مذمت کرنا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ آواز اللہ تعالی کی تخلیق ہے نہ کہ بندے نے خود اختیار کیا ہے، تاہم فطری طور پر اچھی آواز کا ہونا اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، بہر حال نعمتیں بھی انسان کے لیے آزمائش ہوتی ہیں، اگر آواز کی نعمت کو اطاعت وبندگی اور کتاب اللہ کے پڑھنے میں استعمال کیا جائے تو یہ شرعی طور پر ایک قابل تحسین عمل ہے، اور ایسی آواز کو صرف اس کے حسن کی وجہ سے نہیں بلکہ کلام اللہ کو پڑھنے، نفوس میں کلام اللہ کی محبت پیدا کرنے اور اس کے معانی ومفاہیم کو قلوب تک پہنچانے کی وجہ سے سننا بھی شرعا پسندیدہ عمل ہے۔انسان کا اپنی آواز کو حرکت دینا ایک فطری امر ہے، جیسا کہ ہر شخص اپنے مناسب آواز میں آواز کو حرکت دیتا ہے۔

آواز کا استعمال عبادت اس وقت ہے جب آواز کو وعظ و نصیحت اور جنت و جہنم اور حکمتوں اور احکام کی یاد دہانی کے لیے استعمال کیا جائے، اگر قراءتِ قرآن کے وقت صرف خوش الحانی کی وجہ سے نہ کہ آیات قرآن کی وجہ سے آواز میں طرب پیدا ہو تو یہ شریعتِ مطہرہ میں آواز کے عبادت ہونے کے عدم حکم کی وجہ سے عبادت سے مجرد عشق ہے، اسی لیے جناب نبی ﷺ نے قیامت کی علامات میں یہ بھی بتایا کہ وہ شخص امامت کے لیے آگے بڑھے گا جو نہ عالم ہو گا اور نہ فقیہ، بلکہ جاہل شخص قرآن کو ساز اور بانسری بنائے گا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: "ایک قوم ہو گی جو قرآن کو ساز بنائے گی، وہ ایسے شخص کو امامت کے لیے آگے بڑھائے گی جسے ان میں علم کی زیادہ سمجھ نہ ہو گی، اور نہ ان سے علم میں زیادہ ہو گا اور نہ افضل ہو گا، وہ شخص انھیں نغمے کے انداز میں (قرآن) سنائے گا[1]۔

* * *

1 ۔الطبرانی فی الاوسط (685) وصححہ الالبانی فی الصحیحہ (979)

۱۸-آپ ﷺ اپنی امت کے افراد کی حُسن قراءت کی تحسین فرماتے تھے اور اللہ کا شکر ادا کرتے تھے:

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ایک رات عشاء کے بعد مجھے (حاضر خدمت ہونے میں) دیر ہو گئی، پھر میں آئی تو جنابِ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم کہاں تھیں؟ میں نے کہا: میں آپ کے ایک صحابی کی قراءت سن رہی تھی، میں نے کسی اور کی ایسی (عمدہ) قراءت اور آواز نہیں سنی، اُم المومنین کہتی ہیں: اللہ کے نبی اٹھ کھڑے ہوئے، میں بھی اٹھ کر آپ کے ساتھ گئی حتی کہ آپ ﷺ نے بھی ان کی قراءت سنی، پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: یہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سالم ہیں، اللہ کی تعریف ہے (اور اس کا شکر ہے) جس نے میری امت میں ایسے افراد پیدا فرمائے[1]۔

* * *

[1] -رواہ ابن ماجہ (1338) وصححہ الالبانی

۱۹-آپ ﷺ خوش آواز والوں کے قرآن کو سُن کر خوشی کا اظہار فرماتے تھے:

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جنابِ نبی کریم ﷺ نے رات میں میری تلاوت سنی، جب صبح میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا: ابو موسی ! رات میں میں نے تمہاری قراءت سنی، یقینا تمہیں تو آلِ داؤد کا ساز عطا کیا گیا ہے میں نے کہا : اے اللہ کے رسول ! اگر مجھے آپ کی موجودگی کا علم ہوتا تو میں قرآن کو مزید مزین کر کے پڑھتا[1]۔

* * *

1 -رواہ ابن حبان فی صحیحہ (۷۱۹۷) قال شعیب الارنوط: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم

۲۰- نبی اکرم ﷺ کبھی باآواز بلند قرآن پڑھتے تھے اور کبھی دھیمی آواز سے:

حضرت غُضیف بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ ﷺ قرآن کو باآواز بلند پڑھتے تھے یا آہستہ آواز سے؟ کہا: کبھی باآواز بلند پڑھتے اور کبھی دھیمی آواز سے، میں نے کہا: اللہ اکبر الحمدللہ، اللہ نے اس کام میں وسعت رکھی ہے[1]۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ رات کو کبھی بلند آواز سے اور کبھی دھیمی آواز سے قراءت کرتے تھے[2]۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں: قرآن کو بلند آواز سے بھی پڑھنے کے فضائل احادیث میں آئے ہیں اور آہستہ پڑھنے کے بھی، اس لیے دونوں اقوال کے درمیان کی راہ یہ ہے کہ آہستہ پڑھنا اس شخص کے لیے افضل ہے جسے ریاکاری اور دکھلاوے کا ڈر ہو، اور جسے ریاکاری کا خدشہ نہ ہو تو اس کے لیے باآواز بلند پڑھنا افضل ہے، لیکن اس شرط پر کہ بلند آواز کی وجہ سے کسی نمازی یا کسی آرام کرنے والے یا کسی اور

---

1 -ابن ماجہ (1354)، و قال الالبانی حسن صحیح

2 -رواہ ابوداود (1328)، حسنہ الالبانی

فرد کو تکلیف نہ ہو، باآواز بلند پڑھنا ایسے شخص کے لیے اس لیے افضل ہے کیونکہ نیک عمل کو علانیہ کرنا دوسروں کے لیے نفع کا باعث ہوتا ہے، یعنی بلند خوانی کی وجہ سے کوئی قراءت سنے گا، کوئی سیکھے گا یا کسی میں تلاوت کا شوق پیدا ہوگا، اسی طرح بلند آواز سے تلاوت کرنا دین کا ایک شعار بھی ہے، بلند خوانی پڑھنے والے کے دل کو جگاتی ہے، اس کے غم کو ہلکا کرتی ہے، نیند کو بھگاتی ہے، دوسرے لوگوں کو عبادت کے لیے تیار کرتی ہے، اگر کسی فرد میں ان میں سے کوئی نیت پائی جاتی ہے تو اس کے لیے باآواز بلند تلاوت کرنا افضل ہے [1]۔

* * *

1 - تحفۃ الاحوذی(191/8)

۲۱-آپ ﷺ سوائے حالتِ جنابت کے ہر حالت میں قرآن پڑھتے تھے:

حضرت عبداللہ بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں اور دو لوگ حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے فرمایا: آنحضرت ﷺ بیت الخلاء سے نکل کر تلاوت قرآن فرماتے اور ہمارے ساتھ تشریف فرما ہو کر گوشت تناول فرماتے اور تلاوتِ قرآن فرماتے، اور حالت جنابت کے سوا آپ کے لیے تلاوتِ قرآن میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی۔[1] (یعنی جس وقت آپ ﷺ حالت جنابت میں ہوتے تو تلاوت قرآن نہیں فرماتے یہاں تک کہ غسل نہ فرماتے)۔

* * *

1 -رواہ النسائی (۲۶۵) وحسنہ غیر واحد من اھل العلم منھم الحافظ ابن حجر فی الفتح (۱/۴۸۷)، وابن عبدالبر فی الاستذکار (۲/۴۶۰) والبغوی فی شرح السنہ (۱/۳۵۹)

۲۲- جنابِ نبی کریم ﷺ بیٹھ کر، کھڑے رہ کر، چلتے ہوئے اور حالت سواری تمام حالتوں میں قرآن پڑھتے تھے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ (سورۃ آل عمران:191)

ترجمہ: جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) خدا کو یاد کرتے-

ابن جریج کہتے ہیں: آیت بالا میں ذکر سے نماز اور غیر نماز میں اللہ کا ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مراد ہے۔

مذکورہ تمام کیفیتوں میں معروف شرطوں کے ساتھ نماز درست ہے اور قراءتِ قرآن نماز کا ایک حصہ ہے، متعدد احادیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے نماز سے باہر ان تمام حالتوں میں قرآن پڑھا ہے۔

حالت جلوس میں نبی ﷺ کا قرآن پڑھنا:

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ایک شب نبی کریم ﷺ کی زوجہ میمونہ کے گھر میں رہے اور وہ ابن عباس کی خالہ ہیں، ابن عباس

کہتے ہیں میں بستر کے عرض میں لیٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کی زوجہ اس کے طول میں لیٹیں، رسول اللہ ﷺ سو گئے، جب آدھی رات ہوئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس سے کچھ بعد، تو رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور نیند میں اپنے چہرہ کو اپنے ہاتھ سے ملتے ہوئے بیٹھ گئے، پھر سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں، اس کے بعد ایک لٹکی ہوئے مشک کی طرف (متوجہ ہو کر) آپ کھڑے ہو گئے اور اس سے وضو کیا، اس کے بعد نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔[1]

حالت سواری میں نبی ﷺ کا قرآن پڑھنا:

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فتح مکہ کے دن میں نے آپ ﷺ کو اونٹنی پر سوار دیکھا، آپ ﷺ سورہ فتح پڑھ رہے تھے۔[2]

---

1 –شمائل الترمذي رقم الحديث 255

2 –صحيح البخاري– كتاب فضائل القرآن رقم الحديث 4760

حالت قیام میں نبی ﷺ کا قرآن پڑھنا:

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن اپنی بہن سے روایت کرتی ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے (سورۃ ق والقرآن المجید) جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ سے سیکھی (یعنی حفظ کی) جسے آپ ہر جمعہ کو منبر پر پڑھتے تھے۔[1]

* * *

[1] -صحيح مسلم كتاب الجمعة رقم الحديث ، سنن النسائي، سنن أبي داؤد، كتاب سنن الكبرى

۲۳-آپ ﷺ بسااوقات ٹیک لگا کر بھی قرآن پڑھتے تھے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ ہم (ازواج مطہرات) میں سے کسی کے گود میں سر رکھتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے جبکہ وہ حیض سے ہوتی تھیں۔[1]

آپ رضی اللہ عنہا مزید کہتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ میری گود میں ٹیک لگاتے تھے اور میں حیض سے ہوتی تھی، پس آپ (اس دوران) قرآن پڑھتے تھے۔[2]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ احادیث اس بات کی دلیل ہے کہ حائضہ کا سہارا لے کر یا نجاست کی جگہ سے قریب قرآن پڑھنا جائز ہے۔[3]

* * *

1 –صحيح بخاري –كتاب الحيض رقم الحديث 293 ، صحيح مسلم، سنن أبي داؤد، سنن نسائي وإبن ماجه ومسند الإمام أحمد

[2] -صحيح مسلم –كتاب الحيض رقم الحديث 301454

[3] – شرح مسلم للنووي ج 3، ص 211 (المكتبة الشاملة الحديثة)

۲۴- نبی کریم ﷺ قرآن کا مستقل طور پر دور فرمایا کرتے تھے اور کبھی بھی اپنے معمول کو ترک نہیں فرماتے تھے۔

حضرت اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کے بعد ہمارے ہاں روزانہ تشریف لاتے اور بات چیت کرتے تھے، ابو سعید کہتے ہیں: آپ اپنے پاؤں پر کھڑے کھڑے باتیں کرتے اور زیادہ دیر کھڑے رہنے کی وجہ سے کبھی ایک پاؤں پر زور دے کر کھڑے ہوتے کبھی دوسرے پر، اور آپ ﷺ بالعموم اپنی قوم قریش کے ساتھ گزرے حالات بیان کرتے، فرماتے: ہم برابر نہ تھے، بلکہ کمزور وناتواں تھے مکے میں، جب ہم مدینے آگئے تو ہم میں اور ان میں لڑائی شروع ہوگئی، کبھی ہم ان پر غالب آتے کبھی وہ، ایک رات آپ ﷺ نے اپنے مقررہ وقت پر آنے میں تاخیر کردی تو ہم نے کہا آج آپ تاخیر سے تشریف لائے ہیں؟ فرمایا: میرا ایک جزء قرآن کا رہا تھا، میں نے اس کی تلاوت مکمل کیے بغیر آنا پسند نہ کیا۔[1] اوس کہتے ہیں:

[1] -أخرجه أحمد في المسند، وأبو داود، وابن ماجه، وغيرهم.

میں نے اصحابِ رسول ﷺ سے معلوم کیا کہ آپ لوگ قرآن کے حصے کس طرح کرتے ہیں؟ توانھوں نے کہا کہ پہلا حصہ تین سورتوں کا، (بقرہ، آل عمران اور نساء) دوسرا حصہ سات سورتوں کا (مائدہ سے براءۃ تک) تیسرا حصہ سات سورتوں کا (یونس سے نحل تک) چوتھا حصہ نو سورتوں کا (بنی اسرائیل سے فرقان تک) پانچواں حصہ گیارہ سورتوں کا (شعراء سے یس تک) چھٹا حصہ تیرہ سورتوں کا (صافات سے حجرات تک) اور ساتواں حصہ مفصل کا (یعنی ق سے الناس تک)

ابن الہاد بیان کرتے ہیں کہ نافع بن جبیر بن مطعم (تابعی) نے مجھ سے پوچھا کہ تم کتنے دنوں میں قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں اس کے حصے نہیں کرتا ہوں، تو نافع نے کہا کہ اس طرح مت کہو کہ میں اس کے حصے نہیں کرتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: میں نے قرآن کا ایک جزء (حصہ) پڑھا۔[1]

---

1 –رواه أبو داود برقم (1184) (ج 4 / ص 164) وصححه الألباني في تحقيق سنن أبي داود برقم (1392)

فائدہ: حزب (حصہ) کا مطلب ہے بطور ورد اور وظیفے کے کوئی حصہ مقرر کر لینا، ابن الہاد نے ایسا کرنے سے انکار کیا، جس پر نافع نے کہا: اس کے انکار کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ حصے حصے کر کے قرآن پڑھنا خود نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ لہٰذا قرآن کریم کے جو حصے [ربع، نصف، ثلث، رکوع اور جزء یعنی پارہ] بنے ہوئے ہیں، یہ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ نہیں ہیں لیکن یہ عوام کی آسانی کے لیے بنائے گئے ہیں۔

* * *

۲۵-جنابِ نبی کریم ﷺ اپنے معلمِ اول جبریلؑ کو ہر سال قرآن سناتے تھے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر سال (رمضان) میں ایک مرتبہ حضرت جبریل کو قرآن سناتے تھے اور جس سال نبی ﷺ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے دو مرتبہ قرآن سنایا۔[1]

اور آپ ہی سے مروی ہے، فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور خاص طور پر رمضان میں جب جبرائیلؑ آپ ﷺ سے ملتے تو آپ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی ہوتے تھے اور جبرائیل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملتے اور قرآن کا دور کرتے، جناب نبی کریم ﷺ بھلائی پہنچانے میں ٹھنڈی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔[2]

---

[1] -صحيح البخاري– كتاب فضائل القرآن حديث **4711**

[2] -صحيح البخاري « كتاب الصوم « باب أجود ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يكون في رمضان حديث **1803**

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں، اس میں آپ ﷺ کی جود وسخاوت اور دریادلی کی اعلی سطح کو بیان کیا گیا ہے، آپ ﷺ کے اس معمول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رمضان میں کثرت سے خیر وخیرات کرنا مستحب ہے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے اور ان کی جدائی سے انسان میں خیرات اور عمل خیر کو کثرت سے کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اور تیسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ سال میں ایک مرتبہ قرآن کا دور کرنا مستحب ہے۔[1]

* * *

[1] -شرح صحیح مسلم حدیث 2308

۲۶- کبھی نبی کریم ﷺ اپنے بعض ماہر و مُتقن صحابہ کو قرآن سناتے تھے:

آپ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے سامنے (لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا) پڑھوں، (اُبی نے کہا) کیا اللہ نے آپ کو میرا نام لے کر کہا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، (راوی) کہتے ہیں: اس بات پر اُبی رو پڑے۔1

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مازری اور قاضی نے حضرت اُبی کے سامنے قرآن پڑھنے کے آپ ﷺ کے حکم کی حکمت بیان کرتے ہوئے کہا ہے: اس کی یہ وجہ تھی کہ آپ ﷺ کے الفاظ، اداء، مقاماتِ وقوف اور قرآن کے اس ترنم کو اُبی سیکھے جو شریعت نے طے کیا ہے اور اُس ترنم سے گریز کرے جو قرآن کے ماسوا کے لیے مستعمل ہے، لہٰذا آپ ﷺ نے حضرت اُبی کو اس لیے قرآن سنایا تھا تاکہ وہ آپ سے پڑھنے کا انداز اور طریقہ سیکھے۔2

---

1 –صحيح البخاري– كتاب مناقب الانصار– حديث 3598 ، صحيح مسلم كتاب فضائل الصحابة – سنن الترمذي كتاب المناقب

2 –كتاب فضائل الصحابة شرح صحيح مسلم للإمام النووي

حدیث بالا کی تشریح میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ: آپ ﷺ نے اس لیے حضرت اُبی کے سامنے قرآن پڑھا، تاکہ قرآن کے ماہر حُفاظ کو قرآن سنانا عام ہو، اسی طرح آپ ﷺ کے اس عمل کا مقصد: حسب ونسب، فضیلت ومرتبہ اور شہرت وشرف کو دیکھے بغیر اہل علم سے قرآن اور دیگر علوم شرعیہ کو حاصل کرنے میں تواضع اختیار کرنے کی تعلیم دینا تھا، نیز آپ ﷺ کے اس عمل سے یہ بھی مقصود تھا کہ لوگوں میں حضرت اُبی کے مقام ومرتبہ کو واضح کیا جائے اور لوگوں کو اُبی رضی اللہ عنہ سے علم حاصل کرنے پر آمادہ کیا جائے، اس حدیث کی ایک توجیہ اس طرح بھی بیان کی گئی کہ جناب نبی کریم ﷺ کے بعد قراءتِ قرآن کے امام اور امیر القراء آپ ہی کو سمجھا جائے۔ واللہ اعلم [1]

***

[1] صفة تلاوة النبي صلى الله عليه وسلم – اعداد : مويد عبد الفتاح حمدان

۲۷-اور آپ ﷺ ماہر قراء سے قرآنِ کریم سیکھنے کا حکم فرماتے تھے:

حضرت مسروق کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: وہ ایک ایسے انسان ہیں جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے فرمان کو سننے کے بعد سے، ان سے میں برابر محبت کرتا ہوں، آپ ﷺ فرماتے تھے: چار لوگوں سے قرآن سیکھو: عبداللہ بن مسعود سے، حضرت ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم سے، معاذ بن جبل سے اور اُبی بن کعب سے۔1

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے انھیں خوشخبری سنائی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ قرآن ویسا پڑھے جیسا نازل ہوا تو اسے چاہیے کہ وہ ابنِ اُم عبد کی قراءت کے مطابق پڑھے۔2

1 صحيح البخاري– كتاب فضائل الصحابة رقم 3548

2 أخرجه أحمد في المسند ، وابن ماجة في سننه ، والحاكم في المستدرك....

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء کے بقول: اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ چار اصحابِ رسول ﷺ قرآن کے الفاظ کی ادائیگی اور اس میں مہارت میں تمام صحابہ سے آگے تھے، گرچہ دیگر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن کے معانی ومفہوم کو ان کے مقابلے اچھی طرح سمجھنے والے تھے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ان چار صحابہ نے اپنی ذات کو فارغ کر کے نبی کریم ﷺ سے بالمشافہ قرآن سیکھا تھا، جبکہ ان کے علاوہ صحابہ نے ایک دوسرے سے قرآن سیکھا تھا، یا پھر اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ چاروں صحابہ نے قرآن پڑھانے کے لیے اپنی ذات کو فارغ کر دیا تھا، یا پھر آپ ﷺ نے یہ اعلان کرنا چاہا تھا کہ آپ کی وفات کے بعد قرآن پڑھنے اور سیکھنے کے لیے ان چاروں صحابہ کو ترجیح دی جائے۔[1]

***

[1] – شرح صحيح مسلم – فضائل عبد الله بن مسعود وأمه رضي الله عنهما

۲۸- نبی کریم ﷺ اپنے علاوہ سے قرآن سننا پسند فرماتے تھے:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: میرے سامنے قرآن پڑھو! عبداللہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کے سامنے پڑھوں، حالانکہ قرآن آپ پر نازل ہوا؟ فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اپنے علاوہ سے سنوں، تو میں نے سورہ نساء پڑھی، حتی کہ میں اس آیت پر پہنچا: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء:41) ترجمہ: بھلا اس دن کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے احوال بتانے والے کو بلائیں گے اور تم کو ان لوگوں کا حال (بتانے کو) گواہ طلب کریں گے۔)(اس کے بعد) میں نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ کے آنسو جاری ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: كُفَّ (بس کرو) یا فرمایا: اَمسِك (رک جاؤ)، پس آپ کے آنسو جاری تھے [1]۔

* * *

1 ــ رواہ البخاری (۴۷٦۲) ومسلم (۸۰۰)

۲۹- نبی کریم ﷺ قرآن پڑھنے والے کو قراءت کے دوران روکنا ہو تو:

(اَحسَنتَ[1])، (حَسبُكَ[2]) یا (أَمسِكَ[3]) جیسے الفاظ کہتے تھے:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں حمص میں تھا تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ہمیں قرآنِ مجید پڑھ کر سنائیں، میں نے انہیں سورہ یوسف پڑھ کر سنائی، ان لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یہ سورت اس طرح نازل نہیں ہوئی، میں نے کہا کہ تم پر افسوس ہے اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ سورت اسی طرح سنائی تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا: اَحسَنتَ[4]۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جنابِ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: میرے سامنے پڑھو، میں نے کہا: اے اللہ کے

1- ترجمہ: بہت خوب

2- ترجمہ: ٹھیک ہے، بس

3- ترجمہ: ٹھہر جاؤ

4 رواہ مسلم (۸۰۱)

رسول ! میں آپ کے سامنے پڑھوں، حالانکہ قرآن آپ پر نازل ہوا؟
فرمایا: ہاں، تو میں نے سورہ نساء پڑھی، حتی کہ میں اس آیت پر پہنچا:
فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء:41)[1] آپ ﷺ نے فرمایا: حَسبُكَ الآن[2]، جب میں آپ کی جانب متوجہ ہوا تو آپ کے آنسو جاری تھے[3]۔

* * *

1 – (ترجمہ: بھلا اس دن کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے احوال بتانے والے کو بلائیں گے اور تم کو ان لوگوں کا حال (بتانے کو) گواہ طلب کریں گے۔)

2 – ترجمہ: اس وقت کے لیے اتنا کافی ہے۔

3 – رواہ البخاری (۴۷۶۳)

۳۰- نبی کریم ﷺ قراءت کے دوران خلل ڈالنے سے روکتے تھے:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا، جسے رسول اللہ ﷺ نے مجھے پڑھایا تھا، اس نے اس کے خلاف پڑھا تھا، تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ حضرت علی کے ساتھ سرگوشی فرما رہے تھے، لہٰذا میں نے انھیں یہ بات بتائی، تو حضرت علی ہماری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم ویسا پڑھو جیسا تمہیں سکھایا گیا ہے[1]۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ میں نے ایک آدمی کو (حٰم) یعنی (سورۃ الاحقاف) پڑھتے ہوئے سنا، تو اس نے ایک حرف پڑھا، اور دوسرے ایک شخص نے اپنے ساتھی سے الگ دوسرا حرف پڑھا، اور میں نے کئی حروف پڑھے، جسے میرے دونوں ساتھیوں

---

1 – رواہ ابن حبان (۷۴۶) وحسنہ شعیب الارنووط

نے نہیں پڑھا تھا، لہٰذا ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب چل پڑے اور آپ کو خبر دی، پس آپ نے فرمایا: اختلاف نہ کرو، تم سے پہلے والے ان کے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے اس شخص کو تلاش کرو جو سب سے اچھا پڑھنے والا ہے اور پھر اس سے پڑھنا سیکھو[1]۔

* * *

1 – رواہ احمد فی مسندہ (۱/۴۰۱) وحسنہ شعیب الارنووط

۳۱- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سجدہ والی آیت تلاوت کرتے تو عام طور پر سجدہ کیا کرتے تھے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے کی آیت پڑھتے تھے اور ہم آپ کے پاس ہوتے تھے، تو آپ سجدہ فرماتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے، جس کی وجہ سے خوب بھیڑ ہو جاتی، حتی کہ ہم میں سے بعض کو سجدہ کرنے کے لیے پیشانی رکھنے کے لیے بھی جگہ نہیں ملتی۔ اور کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ چھوڑ دیتے تھے[1]۔ (یعنی سجدہ والی آیت پر سجدہ نہیں کرتے تھے)۔

زید بن ثابت فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سورہ والنجم سنائی تو آپ نے اس میں سجدہ نہیں کیا[2]۔

* * *

1 – رواہ البخاری (۱۰۲۶) ومسلم (۵۷۵)

2 – رواہ البخاری (۱۰۷۳) ومسلم (۵۷۷) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

۳۲- نبی کریم ﷺ تلاوت کے سجدوں میں یہ دعا پڑھتے تھے:

[سَجَدَ وَجهِيَ لِلّذِي خَلَقَه؛ وشَقَّ سمْعَه وبَصَرَه بِحَولِهِ وَقُوَّتِهِ].

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو سجدہ تلاوت میں یہ دعا بار بار پڑھا کرتے تھے: [سَجَدَ وَجهِيَ لِلّذِي خَلَقَه؛ وشَقَّ سمْعَه وبَصَرَه بِحَولِهِ وَقُوَّتِهِ]. ترجمہ: میرا چہرہ اس ذات کے لیے سجدہ ریز ہے جس نے اس کو پیدا کیا اور اپنی طاقت اور قوت سے اس کے کان اور آنکھ بنائے 1۔

* * *

1 – رواہ ابوداود (۱۴۱۴) وصححہ الالبانی۔

۳۳-اور بسااوقات آپ ﷺ سجدہ تلاوت میں یہ دعا پڑھتے تھے:

”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي بِهَا ، اللَّهُمَّ حُطَّ عَنِّي بِهَا وِزْرًا ، وَأَحْدِثْ لِي بِهَا شُكْرًا ، وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ سَجْدَتَهُ“۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک درخت کے نیچے ہوں، اور گویا درخت سورہ ص پڑھ رہا ہے، جب وہ آیتِ سجدہ پر پہنچا تو اس نے سجدہ کیا اور سجدے میں کہا: ”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي بِهَا ، اللَّهُمَّ حُطَّ عَنِّي بِهَا وِزْرًا ، وَأَحْدِثْ لِي بِهَا شُكْرًا ، وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ سَجْدَتَهُ“ (ترجمہ: اے اللہ! اس کے ذریعے میری مغفرت فرما، اے اللہ! اس کے ذریعے میرے گناہ مٹادے، اور اس کے ذریعے مجھے شکر کی توفیق دے، اور اس سجدے کو مجھ سے ایسے قبول فرما جیسے تونے اپنے بندے داود سے اس کے سجدے کو قبول فرمایا۔) صبح کو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور یہ واقعہ سنایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوسعید! کیا تم نے سجدہ کیا؟ میں نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم درخت کے مقابلے سجدے کے زیادہ مستحق تھے، پھر آپ نے سورہ ص پڑھی، پھر آیت

سجدہ پر پہنچے تو سجدہ فرمایا اور سجدہ میں وہی کلمات دہرائے جو درخت نے کہے تھے[1]۔

* * *

ختم شد

[1] رواہ ابو یعلی فی مسندہ (١٠٦٩) وحسنہ الالبانی السلسۃ الصحیحۃ (٢٧١٠)۔

صفة

تلاوة النبي صلى الله عليه وسلم

إعداد

مؤيد عبد الفتاح حمدان

نقله إلى الأردية

مبصر الرحمن القاسمي

مترجم إذاعة دولة الكويت– الإذاعات الأجنبية